بچہ

از

رفعت سراج

ناول کا آغاز

گھر میں شادی کا ہنگامہ تھا۔ملک کے تقریباً ہر شہر سے آ ہو مہمان بھرے ہوتے تھے۔اس گھر میں آ
دن یہ ہنگامے اترتے رہتے تھے۔خیر سے چھ بیٹے تھے۔عبدالصمد کے اس بار تیسرے بیٹے کی
شادی تھی۔لڑکیوں کے جتھے شادی بیاہ کے گیت لاپتے رہتے تھے۔ان کے کھنکتے قہقہے صحیح
معنوں میں گھر کی اصل رونق تھے پڑوس کی شوخ اور شرارتی لڑکی نیلے رنگ کے کپڑوں میں
جادو چکا رہی تھی۔ننھے میاں کب سے ایک کونے میں بیٹھے اسے دیکھے جارہے تھے۔چا کا دور
جل رہا تھا وہ کئی بار اپنی منمناتی آواز میں جا کے لیے کہہ چکے تھے مگر کوئی توجہ ہی نہیں دے رہا
تھا۔اس بے توجہی پر ان کے آنسو دل پر ٹپکنے لگے تھے۔

بھابی جان ہم اتنی دیر سے چا کے لیے کہہ رہے ہیں مگر۔۔۔انہوں نے پاس سے گزرتی سب
سے بڑی حسین بھابی سے فریاد کی۔

مل جا گی بھئی چا بھی کہیں ڈیوٹی پر جانا ہے تمہیں صبر کرو۔وہ بیزاری سے کہہ کر آگے بڑھ گئیں۔

ارے ننھے میاں چا کی کیا بات ہے ابھی لادیتی ہوں۔وہی نیلے کپڑوں والی پڑوسن لڑکی رخشندہ
نرمی سے بولی اور ٹرے سے چا کا کپ اٹھنے چل دی۔

لو بھئی تم بھی چا پیو۔وہ کپ ان کے ہاتھ میں تھما کر شگفتگی سے گویا ہوئی۔

ننھے میاں نے اتنی بیصبری سے کپ ہونٹوں سے لگا لیا جیسے پہلی مرتبہ چا پی رہے ہوں۔

ارے بھئی لڑکیوں، چار بجے تک تیار ہو جانا۔دور کا معاملہ ہے برات پہنچتے پہنچتے ہی پہنچے گی۔

امی جان نے لڑکیوں کو یاد دہانی کرائی کہ انہی کی تیاریوں سے خطرہ تھا۔عین وقت پر کسی کا
میچنگ پراندہ گم ہو جاتا کسی کا دوپٹہ۔

امی جان ہم بھی برات میں جائیں گے۔ننھے میاں نے ماں کا آنچل تھام کر مدعا بیان کیا،

ارے نہیں تم کیا کرو گے جا کر؟ خواہ مخواہ ہی پریشان ہو گے۔دادی اماں کے پاس ہی رہنا تم۔

سب لوگ تو جا رہے ہیں۔انہوں نے افسردگی سے کہا۔

بس ایک مرتبہ کی بات سن لیا کرو۔وہ تلخ ہو گئیں۔

اور وہ جو آپ نے ہمارے لیے برات کے دن کا جوڑا سلوایا ہے۔انہوں نے ماں کو عہد شکن کہنا
چاہا۔

جوڑا پہن لینا۔سہرے بندی میں شریک ہو جانا۔وہ آگے بڑھ گئیں۔اچھے خاصے سمجھدار ہو مگر
حرکتیں چھوٹے بچوں کی طرح ہیں۔ان کی بڑبڑاہٹ ننھے میاں نے بخوبی سن لی۔

برات جانے کے بعد گھر ایک دم سنسان سا ہو گیا تھا۔بچی کچھی عورتیں گھر کو سنوارنے میں لگ گئی
تھیں۔کہیں کپڑے پڑے تھے، کہیں خوشبوئیں اور پھولوں کی پتیاں۔سارا گھر گویا بکھرا پڑا
تھا۔گھر کی صفائی ستھرائی کے بعد عورتیں دادی اماں کے پاس سر جوڑ کے بیٹھ گئیں۔ننھے میاں
لوہے کی کرسی پر بیٹھے سوچوں میں غرق تھے۔

اے چچی جان، اسے دیکھ کر افسوس ہی ہوتا ہے بیچارے کا کیا ہو گا؟

دیکھ لو، بیس برس کا ہو گیا ہے۔میری ساجدہ کی عمر کا ہے۔

خدا معلوم کیوں ستم ٹوٹا اس کی جان پر؟ کون سے گناہوں کا بھگتان ہے ہمارے۔ دادی اماں کی آواز میں آزردگی سما گئی۔

دھیان رکھا کریں اس کا، میں تو جب سے آئی ہوں دیکھ رہی ہوں کسی کو پروا نہیں ہے اس کی۔

خیر یوں تو نہ کہو سب خیال رکھتے ہیں۔ اب اس کی تو عادت ٹھہری بات بات پر اڑنے کی۔ دادی اماں نے برا مان کر رشتے کی بہو کو جواب دیا۔

میرا مطلب ہے چچی جان۔ ایسے بچے بہت حساس ہو جاتے ہیں، پڑھنے میں کیسا ہے؟

اس بہت اچھا تھا مگر مار مار کر نویں تک گھسیٹا ہے۔ مدو رو کر اسکول جاتا تھا کہ سب میرا مذاق اڑاتے ہیں۔ تمہیں نہیں خبر دلہن ذرا ذرا سی بات پر دماغ چٹخا دیتا ہے۔

حساس ہے چچی جان، بہت محسوس کرتا ہوگا۔ دنیا بھی کسی کا احساس نہیں کرتی۔ خدا معلوم کیا کیا کہتے ہوں گے بچے۔

اے کے بجے لوٹے گی بارات؟ بارہ بجے سے پہلے تو نہیں آنے کے۔ دادی جان نے بیزار ہو کر بات کا رخ موڑا۔

اے دلہن کے کمرے میں گاؤ تکیے رکھے تھے کہ نہیں؟ ننھے میاں جانا ذرا بھیا کے کمرے میں دیکھنا سرخ گول تکیے رکھے ہیں کہ نہیں۔ کہیں لڑکیاں ادھر ادھر نہ پٹخ گئی ہوں۔

وہ حکم کی تعمیل کے لیے اٹھ کھڑے ہو۔ ہینڈل پر دباؤ ڈال کر دروازہ کھولا تو خوشبو کے جھونکوں نے والہانہ سواگت کیا۔ وہ کمرے کی خوبصورتی دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ آف وائٹ اور ریڈ کلر کا نہایت حسین امتزاج، آف وائٹ دیواریں سرخ مخمل کے پردے آف وائٹ فرنیچر، سرخ گدیاں، سرخ بیڈ شیٹ، سرخ تکیے، آف وائٹ زمین پر بڑے بڑے سرخ پھولوں والا کارپٹ، بیڈ کے اطراف گلاب، موتیا اور چنبیلی کی لڑیاں، پھولوں کی مہک اور ائیر فریشنر کی خوشبو، ننھے میاں نے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔ وسیع وعریض بیڈ پر دو تکیے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر رکھے ہوتے۔ ان کے اوپر مخملیں گاؤ تکیے موجود تھے، انہیں ایسا محسوس ہوا گویا اس کمرے کی ساری آرائش انہی کے لیے ہے۔ وہ تنہا نہیں ہیں۔ ایک گاؤ تکیے سے وہ پشت ٹکا کر بیٹھے ہیں۔ دوسرے سے ان کی شریک حیات تکیوں ان کی پشت اور دل سے دل ٹکے ہیں۔ وہ سحر زدہ سے گھوم گھوم کر کمرہ دیکھنے لگے۔

کارنس پر بھیا کی خوبصورت تصویر (کلوز اپ) فریم میں سجی ہوئی تھی۔ انہوں نے تصویر اٹھا کر بیڈ کی ملحقہ دراز میں ڈال دی۔

ہمارے کمرے میں کسی تیسرے فرد کا کیا کام؟ انہوں نے بیڈ کی طرف منہ کر کے اس طرح خود کلامی کی۔ جیسے ساتھی کی تائید چاہتے ہوں۔ ان کی تصوراتی دلہن شرما کر مسکرا دی۔

مجھے معلوم ہے تم مجھ سے نفرت نہیں کر رہیں۔ مجھ سے بیزار نہیں ہو۔ دراصل پہلی ملاقات میں دلہن ذرا زیادہ ہی شرماتی ہے۔ میں منتظر رہوں گا اس وقت کا جب تم مجھ سے کھل کر دل کی باتیں کہو گی۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تب بھی تم آنکھیں جھکا کر رکھا کرو گی۔

اہ ننھے میاں کمرے کے ہی ہو کر رہ گئے۔ اکہیں گھونگھٹ کاڑھ سیج پر تو نہیں چڑھ بیٹھے؟ چچی

جان کی کھلکھلاتی آواز آئی۔

ہونہہ، گھونگھٹ گھونگھٹ تو عورتیں کاڑھتی ہیں مرد تو سہرا باندھتے ہیں۔ بعض عورتیں چاہے کتنی عمر کی ہو جائیں مگر بیوقوف ہی رہتی ہیں۔ وہ خواب ٹوٹنے پر جھلاّتے ہو باہر نکل آ۔

رکھے ہیں نا؟

کیا؟ وہ کھوکھو سے بولے۔

کیا دیکھنے گئے تھے؟ دادی اماں نے ناگواری سے دیکھا۔

تب وہ کڑبڑا گئے۔ جی ہیں۔ دو ہیں۔ دو گول تکیے ہیں۔

اچھا تو تم گن رہے تھے اس لیے دیر ہو گئی۔ شرارتی چچی جان نے انہیں پھر چھیڑا۔

انہوں نے بارہ بجے تک برات کی واپسی کا انتظار کیا۔ مگر زیادہ دیر تک جماہیاں نہ لے سکے پڑ کے سو گئے۔

صبح صبح ان کی آنکھ کھل گئی۔ سارے گھر پر سناٹا تھا۔ وہ گھبرا سے گئے۔ مگر باہر آکر پتہ چلا کہ رات برات بہت دیر سے آئی تھی۔ سو نیند کو دیری کا تاوان دیا جا رہا ہے۔ یعنی سب بیترتیبی سے پڑے سو رہے تھے۔ انہیں ایک دم دلہن دیکھنے کا اشتیاق ہوا۔ وہ بھیا کے کمرے کی طرف بڑھے۔ ہینڈل پر دباؤ ڈالا مگر دروازہ نہ کھلا۔ وہ مایوس ہو کر پلٹے اور منہ ہاتھ دھو کر کچن میں چلے آ۔ اماں ناشتہ تیار کرنے میں مصروف تھیں۔

اماں ہمیں ناشتہ دے دو۔ سب اٹھ جائیں گے تو۔۔۔ انہوں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

ہاں ننھے میاں آپ یہاں آ جائیں۔ کیا بناؤں آپ کے لیے؟

فرنچ ٹوسٹ بنا دو۔ وہ کرسی پر بیٹھ گئے۔

اماں جیراں نے دو انڈے پھینٹنے شروع کر دیے اور پوچھا منھے میاں بھابی پسند آئیں۔؟

ہم نے دیکھی ہی نہیں۔

کیوں؟

ہم سو گئے تھے۔

ابہت خوبصورت ہیں۔ ماشاءاللہ۔ دیکھو گے تو خوش ہو جاؤ گے۔

کب اٹھیں گی؟

ایک دو گھنٹے بعد اٹھا دیں گے۔

پورا منہ نیلا کنٹھ ہو رہا ہے آپ کا۔ اماں جیراں نے انڈوں میں دودھ ملاتے ہوانہیں دیکھا تو وہ کھسیا سے گئے۔

ہم شیو بنا کر آ ہیں۔ ہم صبح صبح بنا لیتے ہیں۔ ورنہ سب چھیڑتے ہیں۔ وہ دھیمی آواز میں بولے۔

اے لو اس میں چھیڑنے کی کیا بات؟ یہ کون سی اچنبھے کی بات ہے؟ اس عمر کے لڑکے داڑھی مونچھ بناتے ہی ہین۔ انہوں نے آمیزے میں توس ڈبو دیا۔

وہ سر جھکا کر بیٹھ گئے گویا کوئی بات نہ کرنا چاہتے ہوں۔ مگر یہ سوچے بغیر نہ رہ سکے کہ اماں وہ

لڑکے ڈھائی فٹ کے نہیں ہوتے۔

بوا نے ٹوسٹ کی پلیٹ ان کیسامنے میز پر رکھی اور ایک کپ میں چا۔ وہ سر جھکا کر ناشتے میں مصروف ہو گئے باہر ہلکا ہلکا شور جاگ اٹھا۔ تھوڑے بہت لوگ بیدار ہو گئے تھے۔ خواتین ہی تھیں غالبا۔ لڑکیاں تو اتنی جلدی اٹھنے سے رہیں۔

ناشتے کے بعد وہ باہر آ گئے۔ ہال میں عجیب منظر تھا۔ وہ پردہ اٹھا کر ٹھٹک گئے۔ غالبا اس حصے یو صرف لڑکیوں ہی کا کیمپ بنا دیا گیا تھا۔ ساری لڑکیاں خاندان ہی کی تھیں۔ سونے کے انداز بتا رہے تھے کہ جس وقت وہ سوئیں تھکن سے بیحال تھیں۔ معا وہ چونک پڑے کونے میں فوم کا گدا بچھا رخشندہ سو رہی تھی اس نے سیاہ پھولدار چادر اپنے جسم پر ڈال رکھی تھی۔ مگر پاؤں چادر سے باہر ہی تھے اور بازو آنکھوں پر سب سے زیادہ شائستگی تھی اس کے سونے کے انداز میں۔ انہیں خوشی سی ہوئی کہ وہ خود بہت خوش ترتیب اور باسلیقہ تھے۔ یہی خصوصیات دوسروں میں دیکھنا پسند کرتے تھے۔ لڑکیاں اتنی تھک گئی تھیں کہ میک اپ اتارے اور لباس تبدیل کیے بغین بیدم ہو کر سو گئی تھیں۔ کئی دنوں کی نیند پوری کر رہی تھیں آخر۔ انہوں نے دل ہی دل میں توبہ کی۔

امی جان نے انہیں دیکھا۔ ارے تم اٹھ گئے؟

میں تو بہت دی سے اٹھا ہوا ہوں، ناشتہ بھی کر لیا ہے۔ وہ ماں کو غور سے دیکھ کر بولے۔

چلو اچھا کیا۔ ابھی تمہیں بھابی سے ملوائیں گے۔ رات کو تو تم سو ہی گئے تھے۔

آخر بھابی کو اٹھاتی کیوں نہیں؟

بس ابھی اٹھاتی ہوں۔

اس نے دیکھا بھیا نائٹ گاؤن میں ملبوس اخبار لیے برآمدے میں جا رہے تھے۔ تھوری دیر بعد یہ سن کر کہ بھابی جان اٹھ چکی ہیں، وہ وفور شوق سے بھیا کے کمرے کو چلے آ اور دروازہ کھول کر ذرا سا سر اندر کیا، دلہن سبز بنارسی شلوار سوٹ میں گیلے بال لیے ڈریسنگ ٹیبل کیسامنے بیٹھی تھی۔ وہ خوشی سے اندر بڑھ آ۔ دلہن نے دروازہ کھلنے پر آہستگی سے نظریں اٹھا کر آئینے میں دیکھا اور ایک دم خوفزدہ سی ہو کر گھوم گئی۔

چار پانچ سالہ بچے کے جسم پر ایک نوجوان سر تھا۔ شیو کی نیلاہٹوں سے مزین چہرہ، ہونٹوں پر خوش خلقی اور اپنائیت سے پر مسکراہٹ۔

کون ہو تم؟ دلہن نے پوچھا۔

ہم وہ بڑی شان سے مسکرا۔ ہم آپ کے دیور ہیں یعنی کہ آپ کے شوہر سے چھوٹے بھائی۔ بھیا کے بعد ہمارا نمبر آتا ہے بھائیوں کی لائن میں۔ انہوں نتیعارف کرایا مگر بھابی اب بھی انہیں بڑی عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

پہچان رہی ہیں؟ پہچان لیجیے سب کہتے ہیں ہم بھیا سے بہت ملتے ہیں۔

آں؟ ہاں وہ دوبارہ گھوم گئی۔

اسی وقت دروازہ کھلا۔ جن لڑکیوں کو وہ اندر سوتا جھوڑ کر آ تھے ان میں سے اکثر اب اندر گھسی آ رہی تھیں۔ ہنستی۔ کھلکھلاتی۔ چھوٹی پھوپھو کی راشدہ نے انہیں دیکھ کر قہقہہ بلند کیا۔ ارے

صاحب کرلیا بھابی جان کا دیدار؟ مگر کیا خالی ،خولی ؟

کیا دیں ہم؟انہوں نے بیچارگی سے پوچھا۔

بھائی پانچ دس روپے تو دے دینے تھے منہ دکھائی میں۔

ہمیں دھیان نہیں رہا تھا۔انہوں نے شرمندگی سے اعتراف کیا۔

آخر آپ کو کس کس چیو کا دھیان رہے۔اپنے وسیع وعریض سراپے کو دیکھیں یا جہاں کے جھمیلوں کو؟ چلو بچہ سمجھ کر معاف کیا۔راشدہ نے ان کا گال تھپتھپایا۔

بڑے ہیں ہم تم سے پورے دوسال۔راشدہ کی حرکت انہیں اپنی شدید توہین محسوس ہوئی۔ انہوں نے سر اٹھا کر راشدہ کی طرف دیکھا وہ بمشکل راشدہ کی کمر تک پہنچ رہے تھے۔

ہاہا؟ سب بے ساختہ ہنس پڑیں۔بھابی بھی اپنی مسکراہٹ نہ روک سکیں۔

ارے منے میاں۔آپ اگر بڑا کہلوانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں تو چلیں ہمیں آپ کی خوشی منظور۔مگر ہماری نظر سے کوئی دیکھے۔ہماری گود کے کھیلے لگتے ہو۔شوخ راشدہ نے بزرگوں کے انداز میں کہا تو ایک بار پھر ہنسی کا طومان امڈ پڑا۔وہ اپنے آنسو ضبط کرتے ہو باہر آ گئے۔

انہیں تو سب سیویادہ دکھ اس بات کا تھا کہ رخشندہ کے سامنے ان کی توہین ہوئی تھی ،کیا سوچ رہی ہوگی وہ؟

سامنے سے امی دونوں بڑی بھابیوں کے ہمراہ دلہن کے کمرے مین آ رہی تھیں۔وہ رخ بدل کر لان کی جانب بڑھ گئے اپنی تقدیر کو رونے۔بچہ۔۔۔بچہ انگارے ان کے کانوں میں اتر رہے تھے۔رخشندہ کتنا دھیان رکھتی ہے میرا۔کیا سوچ رہی ہوگی وہ؟ راشدہ نے اس کے سامنے میری انسلٹ کی ہے۔

چند قدموں کے فاصلے پر بڑے بھیا کا اپنا ذاتی چھوٹا سا کلینک تھا۔وہ سرجن بھی تھے۔ننھے میاں کا بیحد خیال رکھتے تھے۔انہیں اپنے بھائی کی محرومی بہت محسوس ہوتی تھی۔اسپتال کا سارا عملہ انہیں آتے دیکھ کر خوش خلقی سے مسکرایا۔

ارے ماجد صاحب آپ؟لیڈی ڈاکٹر رضوانہ محبت سے مسکرائیں۔کیسے آنا ہوا؟

ایسے ہی ہمارا دل چاہ رہا تھا کہ گھوم کر آ ئیں۔وہ بےنیازی سے گویا ہو۔

گویا سیر کرنے آ ہیں۔وہ مسکرائیں تو ننھے میاں بھی مسکرا دیے۔

ڈاکٹر صاحب تو آج ابھی تک نہیں آہاں بڑے بھیا آج گھر پر ہی ہیں۔آتے ہی ہوں گے۔

انہوں نے جان چھڑانے والے انداز میں جواب دیا اور بھیا کے کمرے میں، وارڈز میں، آپریشن رومز میں گھومتے گھومتے خاموشی سے باہر نکل آ اور گھر جانے کے بجا رخشندہ کے گذر گھس گئے۔وہ مسکرائی۔

آیئے صاحب۔امی تو آپ کے گھر گئی ہوئی ہیں ملازمہ کا پوچھنے۔آپ کہاں سے آ رہے ہیں؟

گھر سیآ رہا ہوں۔وہ ادھر ادھر نظریں دوڑاتے ہو بولے۔

اچھا تو پھر بیٹھیں۔آج کپڑے دھو ہیں۔شادی میں خوب جمع ہو گئے تھے۔ڈال کر ابھی آتی

ہوں۔ پھر آپ کو چا پلاؤں گی۔ ٹھیک؟

انہوں نے بھی گردن ہلا دی اور دور دور سے اسے دیکھتے رہے۔ سرخ و سیاہ دھاری دار سوٹ میں وہ سکون دل کا سامان لگ رہی تھی۔ جانے کیوں انہیں ایسا محسوس ہوا کہ رخشندہ انہیں پہلے کی طرح لفٹ نہیں دے رہی۔ کچھ بدلی بدلی سی لگی تھی انہیں۔ وہ اداس سیواپس آ گئے۔

شادی میں آ ہو دور کے مہمان آہستہ آہستہ رخصت ہو رہے تھے۔ چھوٹی پھوپھو نے ابھی مزید قیام کرنا تھا۔ وہ بڑے پراسرار انداز میں خاموش ادھر ادھر گھوما کرتے تھے۔

راشدہ کو تیسری منزل پر ایک کمرہ دے دیا گیا تھا۔ بس سے بڑی بھابی بھی شور شرابے کی وجہ سے تیسری منزل پر ہی مقیم تھیں کافی نازک مزاج تھیں نا، ننھے میاں ہال میں، بیٹھے تھے۔ ہنسی کی آواز پر چونک پڑے۔ وہ دونوں ہنستی ہوئی سیڑھیاں چڑھ رہی تھیں۔ انہوں نے بہ غور دیکھا پھر اپنی کتاب میں گم ہو گئے۔

گہری نیند میں راشدہ کو اپنی ناک کے قریب عجیب سی بو کا احساس ہوا۔ بو بہت نزدیک آ گئی پھر ایک رومال اس کی ناک پر آ ٹھہرا۔ وہ ادھر ادھر سر پٹکنے لگی۔ اوہوں، اوں ہوں۔۔۔ ہوں۔۔کک۔۔۔ک۔۔۔کون ہے؟ اس کی دم توڑتی ہوئی آواز ابھری۔

تیز تیز تنفس میں ننھے میاں خونی لہجے میں غرایا۔

اختتام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ The End